عوام کو دھوکہ دینے والی کمپنیوں کے بارے میں عمدہ تحقیق

المنح العطائی فی ابطال جی ایم آئی

المعروف بہ

جی ایم آئی کا ممبر بننے کی شرعی حیثیت

بقلم

استاذ الفقہ مفتی علی اصغر العطاری المدنی دامت برکاتہم العالیہ

دار النعمان
للطباعۃ والنشر والتوزیع

تقریظ از شیخ الحدیث والفقہ مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دارالافتاء اہلسنت کنزالایمان جامع مسجد کنزالایمان بابری چوک کراچی

فاضلِ جلیل مولانا مفتی علی اصغر مدظلہ العالی کا علمی و تحقیقی فتویٰ بنام "المنح العطائی" کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ عقلی و نقلی دلائل سے مزین اور مقاصدِ شرع وفقہ کے نور سے متحلی و متجلی پایا۔ زبانی طور پر فتویٰ کے حوالے سے ایک آدھ مشورہ پیش کیا تھا جسے مفتی صاحب نے قبول فرمالیا۔ عقائد و اعمال و معاملات میں نت نئے فتنوں کا ظہور بڑی کثرت اور تواتر سے جاری ہے۔ اگر قرآن وحدیث کی روشنی میں محکم و مدلل طور پر ان فتنوں کا جواب دیا جاتا رہے تو یہ فتنے بہت جلد فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں ورنہ معمولی سا فتنہ بھی کچھ عرصے میں پہاڑ برابر ہو جاتا ہے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ دینی و دنیوی تعلیم کے زیور سے آراستہ، راسخ العلم والعمل اور تحقیقی ذوق کے حامل فاضل علماء میں سے ہیں، زیرِ نظر فتویٰ میں بھی انہوں نے اپنے اسی ذوقِ تحقیق و تدقیق کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اللہ عزوجل مفتی صاحب کے فتویٰ کو قبولِ عام نصیب فرمائے اور اسے موجودہ فتنے کے سدِّباب کا ذریعہ بنائے اور ان کے زورِ علم و قلم میں مزید برکت پیدا فرمائے۔ آمین

محمد قاسم قادری

۲۳/ اکتوبر ۲۰۱۰ء

تقریظ از فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن الرضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما وعلیٰ ذریۃ وآلہ وابدا لدھور و کرما

اما بعد! دعوتِ اسلامی کے مفتی حضرت مولانا علی اصغر صاحب مدظلہ العالی کا فتویٰ بنام "المنح المطائی فی ابطال جی ایم آئی" کے مطالعہ کا موقع میسر آیا۔ مولانا موصوف نے "جی۔ ایم۔ آئی" کے اصول وضوابط اور کوائف واحوال کی تفصیل تحقیق کے ساتھ قلم بند فرمائی ہے۔ اس کے مطابق نہ صرف "جی۔ ایم۔ آئی" بلکہ اس طرح کی تمام کمپنیوں سے کاروبار ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طرح کے کاروبار میں شرکت سے محفوظ رکھے۔ آمین

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی

بہار انڈیا نزیل مکہ مکرمہ

تقریظ از شارح مؤطا امام محمد مفتی شمس الھدیٰ مصباحی رضوی

رئیس دارالافتاء کنزالایمان انگلینڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جی۔ایم۔ آئی، یعنی گولڈ مائن انٹرنیشنل' "ایم وے فری لائف" جیسی بہت ساری کمپنیاں سب دھوکے کی ٹٹی اور ربا' قماربازی' بیع بالشرط' دجل وفریب' غرروغبن فاحش وغیرہ مفاسد شریعہ کا پوٹلا ہیں۔اس لئے قوم مسلم کیلئے ان سے دورونفورہی میں فلاح وبہبود ہے۔

کسی دوکان اور آفس پر "اسلامی شراب" یا "اسلامی مارگیج" کا بورڈ لگادینے سے شراب نوشی اور سودخوری کی اباحت سمجھ لینا ہماری بہت بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی ہوگی۔

اور یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ ایک معمولی سی گھڑی کو خطیر رقم میں کوئی نہ خریدے گا اگر ممبر سازی سے وہ مشروط نہ ہو۔ پھر اس شرط کے پس پردہ شیش محل کا خواب آدمی کو پانساڈالنے نیز دیگر حضرات کو اس کی جال میں پھانسنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

لہٰذا "الامور بمقاصدھا" کی روشنی میں ان معاملات کے اندر بیع بالشرط اور قمار کا پہلو خوب عیاں ہوجاتا ہے۔ پھر یہ کون سی دانش مندی ہے کہ معدودے چند کی خوشحالی دیکھ کر لاکھوں مسلمانوں کو ضیاعِ اموال کی راہ پر گامزن کیا جائے اور کفار ومشرکین کو ارب پتی بنایا جائے۔اسی بنا پر مجددِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے قوم مسلم کو فکرانگیز نصیحت فرمائی کہ گھر کا نفع گھرہی میں رکھو اور اپنوں کی حرفت وتجارت کو ترقی کے اسباب مہیا کرو۔ اور کفار کے ساتھ عقد فاسد کے جواز کا مسئلہ متعدد شروط سے مشروط۔ (۱) غدر نہ ہو۔ (۲) کافر کی رضامندی سے ہو۔ (۳) نفع بہرحال مسلم ہی کو ملے۔ (۴) اس کافر کے ساتھ کسی مسلم کی شرکت نہ ہو۔ (تفصیل کیلئے فتاویٰ رضویہ جلد ۱۷،اور ۲۳ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔

پھر اس حکم کا تعلق انفرادی ہے نہ یہ کہ ایک مسلم کو نفع ملے خواہ ہزار شخص کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ حتی کہ بعض مجوزین کو بھی اس کمپنی کے چند گوشے کے عدم جواز کی صراحت کرنی پڑی۔ اور بعض نے تو بغیر کسی دلیل شرعی کے آمرانہ طور پر حکم جواز دے مارا۔ جبکہ حکم شرع مطہر کا مسلمہ ضابطہ ہے: "ما اجتمع محرم ومبیح الا غلب المحرم" اور علی السبیل التنزل ہمیں فرمانِ مصطفیٰ علیہ تحیۃ والثناء: "فدعوا الربا والریبة" (ابن ماجہ تجارات) اور "من ارتع حول اللحمی او شك ان یقع فیه" (مسند احمد بن حنبل، ج۴) کی روشنی میں بھی قوم مسلم کی رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگ صاف ستھرے پاکیزہ نظام تجارت سے دونوں جہاں میں نفع اندوزی کر سکیں۔

عزیز گرامی قدر حضرت مولانا مفتی علی اصغر العطاری سلمہ الباری نے "جی۔ ایم۔ آئی" کمپنی سے متلق مناسب تحقیق فرما کر اس کی شرعی حیثیت کو واشگاف کیا اور اس کا حکم شریعت واضح کیا جو ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے۔

خدا تعالیٰ موصوف کو مزید حسن توفیق سے نوازے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیه افضل الصلوٰۃ والتسلیم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدیٰ مصباحی غفرلہ خادم الافتاء کنز الایمان
۱۵/۱۱/۳۱ھ

دعاگو و جو شمس الہدیٰ مصباحی

حال مقیم دار الافتاء کنز الایمان انگلینڈ

سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ انڈیا

تقریظ از شیخ الحدیث مفتی محمد ابراہیم قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دارالافتاء و مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

آج کل جی ایم آئی کے بڑے چرچے ہیں اور اس کے مشتہرین بڑی مہارت سے اس کے مالی منافع بیان کر رہے ہیں اور عام لوگ مشتہرین کی ملمع کاریوں سے متاثر ہو کر پیسہ کمانے کے چکر میں بُری طرح پھنس رہے ہیں۔ جی، ایم، آئی سے متعلق سوالات ایک عرصہ سے گردش کر رہے ہیں اور جب تک کسی مسئلہ کی تہہ تک پہنچ کر صورتِ حال کا کماحقہ ادراک نہ کیا جائے اس کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی علی اصغر العطاری المدنی زید مجدہ کو جنہوں نے جی۔ ایم۔ آئی کے نیٹ ورک کا اس کی ویب سائٹ سے بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اس کے مخفی گوشوں کو اُجاگر کیا اور ایک مفصل فتویٰ کی شکل میں اس کا شرعی حکم تحریر فرمایا۔

میں نے فتویٰ کے اکثر مقامات کو دیکھا اور بنظر غائر دیکھا بحمدہٖ تعالیٰ اسے قرآن و سنت کی تعلیمات اور اصولِ فقہیہ کے مطابق و موافق پایا۔ میں اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اسے کتابی صورت میں منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام و خواص کو "جی۔ ایم۔ آئی" کے کاروبار کے مفاسد سمجھنے میں مدد ملے اور عامۃ الناس اس کا حصہ بننے سے باز رہیں اور جو حصہ بن چکے وہ تائب ہو کر لاتعلق ہو جائیں فقط

محمد ابراہیم القادری الرضوی

تقریظ از مفتی عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

رئیس دارالافتاء جامعۃ النور جمعیت اشاعت پاکستان

لوگوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اُن کے نزدیک حلال و حرام، جائز و ناجائز کے مابین تمیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اُن کے پیش نظر صرف وصرف مالی ومادی منفعت ہوتی ہے، مال ودولت ملے ذریعہ چاہے جائز ہو یا ناجائز، لوگ اپنی اسی ہوس کی وجہ سے کئی بار دھوکے بازوں کے دھوکے کا شکار بھی ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں، اور پھر مزید یہ کہ آدمی چاہتا ہے کہ مجھے کام نہ کرنا پڑے بغیر کسی محنت کے مال مل جائے یا کم از کم کم محنت پر زیادہ نفع حاصل ہو جائے۔ عوام الناس کی اکثریت کا حال دیکھتے ہوئے مفاد پرستوں نے اپنے مفادات حاصل کرنا شروع کر دیئے، مختلف ناموں سے کمپنیاں بنالیں اور عوام الناس کیلئے طرح طرح کے پیچ بنائے، ان کی خوب تشہیر کی اور عوام الناس کی رقوم خوب جمع کیں، پھر اچانک منظر سے غائب ہوگئے، سروے کرنے پر معلوم ہوگا کہ بسا اوقات ایسی ایسی مراعات اور اتنا اتنا نفع دیتے ہیں کہ آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ اتنی کم رقم پر اتنی مدت میں اتنا نفع کیسے کماتے ہوں گے۔

انہی میں سے ایک کمپنی "گولڈ مائن انٹرنیشنل" کے نام سے منظر عام پر آئی ہے اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا، وہ لوگ جن کے نزدیک حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں، اُن کی ایک بڑی تعداد اُن سے منسلک ہوگئی کچھ لوگ جو کہ آج کے معاشرے میں بہت تھوڑے ہیں، انہوں نے علماء کرام سے رجوع کیا، اسطرح یہ مسئلہ علماء کے مابین ایک عرصے سے گردش کر رہا ہے، کچھ نے اس کے جواز کا قول بھی کیا اور میرے علم کے مطابق کچھ نے فتویٰ بھی دیا جبکہ احقر نے اس پر فتویٰ تو نہ لکھا مگر اس کے عدم جواز کا قائل ضرور رہا، پھر برادرم مفتی علی اصغر صاحب زید علمہ ومجدہ، کا تحریر کردہ ایک طویل فتویٰ ملا یقیناً حضرت مفتی صاحب نے اس کے لکھنے میں بڑی محنت کی، ممکنہ معلومات حاصل کیں اور ایک مبسوط تحریر تیار کی کہ جس کی ان حالات میں واقعی ضرورت تھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف اور آپ کے معاونین کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کیلئے نافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقط احقر

عبدہ محمد عطاء اللہ نعیمی غفرلہ

خادم شعبہ حدیث وافتاء جامعۃ النور جمعیت اشاعتِ اہلسنت، پاکستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل گولڈ مائن نامی ایک کمپنی مارکیٹنگ کے ذریعے انٹرنیٹ پر ایک کاروبار کر رہی ہے جس میں وہ ایک گھڑی بیچتی ہے۔ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوتا ہے۔ نیز گولڈ کی مختلف مصنوعات بھی فروخت کرتی ہے۔ اس کمپنی کا سارے کا سارا کام انٹرنیٹ کے ذریعے ہوتا ہے کمپنی اپنا سارا کام سینہ بہ سینہ مارکیٹنگ سے کرتی ہے اور جو کمپنی کیلئے گاہک بنائے اس کو کمیشن دیتی ہے۔ لیکن کمیشن دینے کا ایک مخصوص طریقہ ہے جو کمپنی سے متعلق مواد میں موجود ہے چنانچہ سوال کے ساتھ کمپنی کا لٹریچر منسلک ہے اس سے کمپنی کے طریقہ کار کو مزید بھی سمجھا جاسکتا ہے اور کمپنی کے ممبران کو دی جانے والی بریفنگ اور سوال جواب پر مشتمل ایک DVD بھی آپ کو فراہم کی جاتی ہے۔ کمپنی کے سارے طریقہ کار کو دیکھتے ہوئے شرعی رہنمائی فرمائیں کہ کمپنی کا طریقہ کار شرعی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو اس کاروبار کا حصہ بننا جائز ہے یا نہیں۔

سائل: محمد ارسلان (کھارادر، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہم نے گولڈ مائن انٹرنیشنل یعنی جی، ایم، آئی کمپنی سے منسلک مختلف لوگوں سے کمپنی کے طریقہ کار پر گفتگو کی کمپنی کی طرف سے انٹرنیٹ پر موجود اس کی آفیشل ویب سائٹ سے اس کا لٹریچر بھی ملاحظہ کیا۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ کمپنی سے وابستہ افراد کی تمام تر توجہ اس بات پر ہے کہ کمپنی سے منسلک ہو کر پارٹ ٹائم میں کافی نفع کمایا جاسکتا ہے۔ اور کمپنی کی تمام تر ترغیبات کا حاصل بھی یہی ہے کہ نفع ہی سب کچھ ہے لہٰذا ہر شخص کمپنی کی مصنوعات کی تشہیر میں مصروف ہو جائے۔

دین اسلام نے ہمیں جو نظام دیا ہے اس میں نفع کو نہیں بلکہ طریقہ کار کو سب سے پہلے سامنے رکھا جاتا ہے اگر کسی خرید و فروخت کا طریقہ کار شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو تو وہ خرید و فروخت جائز ہوتی ہے اور اگر اس خرید و فروخت کا طریقہ کار شریعت کے اصولوں سے ٹکراتا ہو تو وہ خرید و فروخت ناجائز قرار پاتی ہے۔ دیکھئے سود اور کاروبار دونوں کا نتیجہ ایک ہے یعنی دونوں کام نفع حاصل کرنے اور مال بنانے کیلئے کئے جاتے ہیں کاروبار کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (پ۳، سورۃ البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سُود۔

ہمارے مطابق کمپنی کا طریقہ کاروبار شریعت کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا اور کثیر خرابیوں کا حامل ہے لہٰذا اس کاروبار کا حصہ بننا، اسے پھیلانے کیلئے مارکیٹنگ کرنا، اس کی مصنوعات خریدنا ناجائز و حرام ہے۔

مارکیٹنگ علم معاشیات کا ایک بہت اہم حصہ بن چکا ہے اور ساری کمپنیوں کی خرید و فروخت کا انحصار مارکیٹنگ ہی پر ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو روایتی انداز میں مارکیٹنگ کرنے کے بجائے ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi-Level Marketing) کے نظریے پر عمل کر رہے ہیں اگرچہ ان کی تعداد کافی کم ہے۔ مارکیٹنگ کا یہ طریقہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ سو سال پرانا ہے۔ جی، ایم، آئی بھی اسی طریقہ پر کام کر رہی ہے۔ اُنیسویں صدی کی ابتداء میں تو یہ طریقہ بہت مشہور ہوا لیکن جلد ہی اس کی خامیاں سامنے آنے لگیں اور معتبر اور اچھی ساخت رکھنے والے کمپنیوں سے رفتہ رفتہ مارکیٹنگ کے اس طریقے کو مکمل طور پر چھوڑ دیا اور آج دنیا کی کوئی بھی اچھی ساخت رکھنے والے کمپنی اس طریقہ کو استعمال نہیں کرتی۔ اب یہ طریقہ صرف جواری اور فریبی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ جو مختلف نام بدل بدل کر لوگوں کے روپے بٹورنے کا عمل وقفے وقفے سے جاری رکھتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں حکومتی سطح پر بھی اس طریقہ کو پذیرائی نہیں ملتی۔ حکومتِ پاکستان بھی ملٹی لیول مارکیٹنگ کرنے والے کمپنیوں کے خلاف وقتاً فوقتاً وارننگ جاری کرتی رہتی ہے۔ اور حال ہی میں ہماری نظروں سے حکومت کی طرف سے جاری کردہ جون ۲۰۰۹ء کا وہ اشتہار گزرا جو حکومت نے اخبارات میں شائع کروایا اس میں اسی قسم کی کمپنیوں سے لوگوں کو دور رہنے کا کہا گیا ہے۔

یہ اشتہار اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جس کا لنک درج ذیل ہے:

http://www.sbp.org.pk/warnings/index.htm

حکومت کی طرف سے جاری کئے جانے والے اس وارننگ اشتہار کا ایک اقتباس یہ ہے "کثیر السطحی مارکیٹنگ اور رقوم میں مرحلہ وار اضافہ کرنے کی اسکیمیں (Multilevel Marketing, Ponziand Pyramid Schemes) ان اسکیموں میں نئے صارفین سے ایک مخصوص تعداد میں نئے ممبر بنانے کیلئے کہا جاتا ہے اور جب یہ ممبر شپ تکمیل کے مرحلے پر پہنچ جاتی ہے تو پورا ڈھانچہ زمین بوس ہو جاتا ہے اور اسکیم میں صرف چند سر فہرست افراد ہی رقم حاصل کرتے ہیں۔ بعض کمپنیاں اپنی ناقابل فروخت اشیاء، منہ مانگی قیمتوں پر فروخت کرنے کیلئے سیلز (Sales) کی حکمتِ عملی کی آڑ میں بھی یہ طریقہ استعمال کرتی ہیں۔

ہم جس بارے میں تفصیل سے لکھنے جا رہے ہیں اس کے حوالے سے معاملہ کافی پیچیدہ بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ ملٹی لیول کمپنیاں یا ان کے ممبران بہت کم معلومات بتا کر علماء سے رائے حاصل کر لیتے ہیں اور بعض لوگ حکم جواز بیان کرتے وقت تمام پہلو مدِ نظر نہیں رکھتے۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنی معلومات کا تمام تر مدار سوال پوچھنے کیلئے آنے والے شخص کے بیان ہی پر رکھتے ہیں اور اسطرح کے اکثر سوال کرنے والے کے چونکہ اپنے مفادات ہوتے ہیں یا تو وہ کمپنی کے باقاعدہ نمائندہ ہوتے ہیں یا پھر آزادانہ طریقے سے کمیشن بنانے والے ممبر، جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے ہر صورت یہ چاہتے ہیں کہ انہیں جواز ہی بتایا جائے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسا اوقات وہ یا تو خود مکمل معلومات نہیں رکھتے یا پھر جان بوجھ کر بتا نہیں رہے ہوتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علم معاشیات میں اب اس قدر پیچ وخم اور پیچیدگیاں آچکی ہیں کہ ان کو سامنے رکھے بغیر کسی رائے کا اظہار کرنا کافی دشوار ہو چکا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں راقم نے خاص طور پر دو باتوں کو سامنے رکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس طرح کی کوئی نہ کوئی کمپنی برساتی مینڈک کی طرح وقتاً فوقتاً نام بدل کر آتی رہتی ہے۔ تو ایک ہی بار پوری تحقیق اور تنقیح اور دلائل کیساتھ فتویٰ لکھا جائے تاکہ عرصہ دراز تک اس طرح کے جواب لکھنے کی حاجت نہ پڑے۔ دوسری بات جو راقم الحروف نے اپنے سامنے رکھی وہ یہ کہ محض سنی سنائی باتوں پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ اس کیلئے تحقیق کے تمام تر اصول اپنے سامنے رکھتے ہوئے حتی الامکان ہم نے کمپنی کے طریقہ کار سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کمپنی سے متعلق تمام تر بنیادی معلومات اس کے اپنے لٹریچر کے ریفرنس سے بیان کی ہیں۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کمپنی کی حقیقت بتا کر عوام الناس کو اس طرح کی کمپنیوں کے شرعی اور دنیاوی مفاسد سے آگاہ کیا جائے بلکہ اہل علم کو بھی اس طرح کی کمپنیوں کے بارے میں کسی قسم کا تردد رکھنے یا اس کی تفصیل حاصل کرنے کی دِقت سے بچایا جاسکے۔ پس معتد بہا معلومات جمع کرنے اور ان پر شرعی تجزیہ پر مشتمل کمپنی کی ساخت معلوم کرنے کیلئے ناروے کے سفارت خانے سے رابطہ کیا، حکومت پاکستان کے ادارے "سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان" کی ویب سائٹ سے ضروری معلومات حاصل کیں، اس کے ساتھ ساتھ کمپنی کی رجسٹریشن پر مشتمل پروفائل حاصل کی۔ جو علمی ذخیرہ سامنے آیا اس تحقیق کا نام ہم نے رکھا ہے:

اَلْمَنْحُ الْعَطَائی فِی اِبْطَالِ جی اَیم آئی

"جی، ایم، آئی کے ابطال پر عطائی تحفہ"

جی ایم آئی کے پورے طریقہ کار پر ہم تین وجوہ (Angles) سے گفتگو کریں گے:

1. جمع شدہ رقم کی حیثیت اور واپسی پر متفرع ہونے والے احکام۔
2. خریدی جانے والی اشیاء کے اعتبار سے متفرع ہونے والے شرعی احکام۔
3. کمپنی کے نمائندوں کو ملنے والے کمیشن کے شرعی احکام۔

وجہ اول

﴿ جمع شدہ رقم کی حیثیت اور واپسی پر متفرع ہونے والے احکام ﴾

کمپنی لوگوں سے جو رقوم وصول کرتی ہے قطع نظر اس سے کہ اس کی مقدار کیا ہوتی ہے وہ رقم پانچ مختلف مراحل پر مشتمل ہوتی ہے۔

مرحلہ اولی (1st Step):

(i) رقم جمع کروانے کے پانچ دن کے اندر اندر سودا کینسل کروانے والا، رابطہ کار سے پیسے واپس لے سکتا ہے اس مرحلے کو کمپنی کی زبان میں Cool-off Refund Policy کہتے ہیں۔ البتہ E کارڈ کے ذریعے آنے والا یہ سہولت نہیں رکھتا بلکہ فوراً ایکٹیویٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی فوری اس کی رقم اب ناقابل واپسی ہو گی اور اسے خریداری ہی کرنا ہو گی۔ یہ تمام تفصیل کمپنی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

1) <u>Cool-off Refund Policy:</u>

GMI allows their customers to enjoy a Five days cool-off period from the date of their registration through Gold Bank (Cash Statement).

During these Five days cool-off period customers may get their Gold Account cancelled through their Introducer and get 100% amount back from the person who signed them in GMI. (Customers signed in through Gold E-Card can not cancel their Gold Account).

Please note that 5 days Cool off period gets over as soon as any transaction is performed in yout Gold Account i.e. transferring funds to or from your account, Pruchasing Product or E-Cards or Introducing new Customer to GMI.

(حوالہ: http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

مرحلہ ثانیہ (2nd Step):

(ii) پانچ دن گزرنے کے بعد سے لے کر چھ ماہ کے درمیان وہ فرد جس نے نہ تو خریداری کی اور نہ ہی کمپنی کیلئے ممبر بنائے تو وہ اپنا پیسہ واپس نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ کمپنی کیلئے ممبر بنا کر اپنا اکاؤنٹ ایکٹیو کروائے یا پھر کمپنی سے کوئی نہ کوئی چیز خریدے۔ اس شرط کو کمپنی کی ویب سائٹ پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

2) <u>Non-Active Account Refund Policy:</u>

This option is for customers who have not received or ordered their Product, Commission or Gold voucher. Customers who have completed six months from the date of joining in GMI, but they have not crossed nine month period yet.

Customer should have not received any transferred money to their Gold Bank.

(حوالہ: http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

مرحلہ ثالثہ (3rd Step):

(iii) چھ ماہ بعد اگر ممبر کسی اور کو ممبر بنانے میں ناکام رہتا ہے تو نو ماہ تک وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے اسے رقم کمپنی کے کسی اور گاہک سے وصول کرنی ہوگی۔ اور اگر نو ماہ بھی گزر گئے تب ممبر کیلئے لازمی ہوگا کہ وہ کمپنی کی اشیاء کو ضرور خریدے۔ جیسا کہ مرحلہ ثانیہ کے ضمن میں کمپنی کے بروشر سے واضح ہے لیکن یہاں ایک اور چیز بھی ہے جس کی وضاحت دوسرے مقام پر کی گئی ہے وہ یہ کہ اپنے رقم سے کسی چیز کے خریدنے یا رقم کسی دوسرے کو منتقل کرنے کی یہ سہولت محدود مدت کیلئے ہے اور اس سہولت کی مدت دس سال ہے اس کے بعد نہ تو اس کے ذریعے کوئی چیز خریدی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے کسی دوسرے کو منتقل کیا جا سکتا ہے بالفاظ دیگر اسے اپنی جمع شدہ رقم سے محروم ہونا پڑے گا۔

کمپنی کی ویب سائٹ پر <u>1/1 Plan Gold Voucher (GV)</u> کی ہیڈنگ کے تحت درج کیا گیا کہ

All Gold Vouchers are valid to redeem a product with in Ten (10) years' time limit. GVs are not transferable to another Gold Account, and are not redeemable for Gold E-Cards until one product has been redeemed.

(حوالہ: http://www.goldmineint.com/how/rules_regulations.asp)

مرحلہ رابعہ (4th Step):

(iv) اگر یہ کمپنی کے کام کو بڑھاتے ہوئے لوگوں کو ممبر بنا کر ان نئے خریداروں کی دائیں اور بائیں جانب سے مقررہ مقدار پوری کرلے تو اسے بہر حال خریداری کرنا پڑے گی۔

پانچواں مرحلہ (5th Step):

(v) ممبر بننے کے بعد کسی بھی وقت کمپنی کی ویب سائٹ پر جا کر اپنا آرڈر بک کروا کر کمپنی سے عقد بیع کیا جا سکتا ہے۔

پہلی اور دوسری صورت (Step) کا شرعی حکم

وہ ممبر جس نے صرف رقم جمع کروا کر ممبر شپ حاصل کرلی لیکن ابھی تک کوئی خریداری نہیں کی تو کمپنی کی وصول کردہ رقم فقہ الاسلامی کے اصولوں کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتی ہے ہم سب سے پہلے اس بات کا تعین کریں گے۔ اس مرحلہ پر جمع شدہ رقم کو چیز کی قیمت یعنی ثمن (Price) نہیں قرار دیا جا سکتا کہ ابھی تو ممبر نے خریداری آپشن استعمال ہی نہیں کیا۔ تو اس رقم کو ثمن (Price) کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اوپر دی گئی تفصیل کے مطابق جب تک ممبر خریداری نہ کرلے اس کے پاس نوماہ تک رقم کی واپسی کا اختیار ہوتا ہے۔ اور جب وہ رقم واپس لے گا تو اس کی امانت اس کے حوالے کردی جائے گی۔ تو اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کمپنی کے پاس یہ رقم اس مرحلہ کی رُو سے امانت ہوتی ہے لیکن اسے فقہی امانت تو قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس پر کسی قسم کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی رقم کو فقہ اسلامی کے اصولوں کی روشنی میں قرض قرار دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم کو فقہاء عصر نے صورت قرض ہی پر محمول کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رقم جمع کرواتے ہی فوراً خریداری کرنا ضروری نہیں تو پھر یہ رقم کیوں جمع کروائی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممبر بننے کیلئے کیونکہ اس رقم کے جمع کروائے بغیر کوئی بھی شخص کمپنی کا ممبر نہیں بن سکتا اور ممبر نہیں بن سکتا تو اس کی ویب سائٹ پر اپنا اکاؤنٹ نہیں کھول سکتا۔ اور اکاؤنٹ نہیں کھولے گا تو کسی کو ممبر بنوا کر اسے کمیشن حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جب تک وہ یہ رقم جمع نہیں کروائے گا اسے دوسروں کو ممبر بنا کر کمیشن حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور وہ نفع کمانے سے محروم رہے گا تو اس تمام پس منظر میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ وہ قرض ہے جسے نفع لینے کیلئے دیا گیا ہے اور قوانین شریعت کی رُو سے ایسا کرنا حرام ہے حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے: ”کل قرض جر منفعة فهو ربوٰ“ یعنی قرض پر نفع لینا سود ہے۔ (کنز العمال، ج٦، ص٩٩، مطبوعہ ملتان)

تیسری صورت (3rd Step) کا شرعی حکم

اس صورت کے تحت دو بڑی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ کمپنی کے ممبر کی جو رقم تھی دس سال کے عرصہ میں اس نے خریداری نہ کی یا کسی اور کو منتقل نہ کی تو اس کی رقم ضبط ہو جائے گی۔ یہ ایک ظالمانہ قانون ہے۔ جس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں اور ایسا کرنا حرام اور اپنے رقم کو اس طرح کے خطر (Risk) پر پیش کرنا بھی حرام ہے۔ نہ ایسا معاملہ کسی مسلمان کمپنی کے ساتھ کرنا جائز اور نہ ہی کسی کافر کی کمپنی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کی اجازت ہے۔ تیسری صورت کی تفصیل کے مطابق دوسری بڑی بلکہ بہت بڑی خرابی ہے رقم واپسی کے طریقہ کار کی۔

رقم کی واپسی کا طریقہ غیر شرعی ہے

آیئے پہلے تو یہ جانتے ہیں کہ کمپنی لوگوں سے جو رقم براہِ راست یا اپنے ممبران کے ذریعے وصول کرتی ہے تو نو ماہ تک کے عرصے میں اس کی واپسی کا کیا طریقہ کار ہے۔

کمپنی کے بروشر میں اس طریقہ کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

<u>Conditions for Non-Active Account Refund:</u>

The customers who qualify for Non-Active Account Refund Policy may request for cancellation through Non Active Refund Link .

GMI system after verification of your qualification for cancellation, will instantly cancel your Gold Account and transfer 100% sign-up amount value Gold Vouchers in your Gold Vouchers Statement. <u>Once your GVs are available you can buy Golden Handshake E-Card for 100% value, this card could be used for entering a fresh customer or could also be transferred to your Leader or another active GMI customer to signup new customer.</u>

(حوالہ: http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

خط کشیدہ عبارت میں دو اصطلاحات ایسی ہیں جو رقم کی واپسی کو ممکن بناتی ہیں۔

(1) Golden Handshake E-Card (2) GVs

GV مخفف ہے Gold Voucher کا اور یہ ایک پر فریب نام ہے۔ کمپنی ممبر کے ویب اکاؤنٹ پر اس کی جمع شدہ رقم کی مقدار جہاں ظاہر ہوتی ہے اسے یہ لوگ گولڈ واؤچر کہتے ہیں۔ اور اپنے ویب اکاؤنٹ سے اس کا پرنٹ بھی نکالا جا سکتا ہے۔

اسے واؤچر شاید اس لئے کہتے ہیں کہ دوسرے شخص کو منتقل کرنے کیلئے ثبوت کے طور پر اس کی پرنٹ شدہ رسید دکھائی جاسکے۔ اس سسٹم کے ذریعہ صرف کمپنی ممبران میں سے کسی کو تلاش کر کے اس کے اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع کروائی جاسکتی ہے اور اس سے کیش لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کمپنی ممبر ایسا نہیں کریگا جسے کوئی خاص غرض ہوگی وہ کرے گا اور کوئی کرے گا اور کوئی نہیں۔ بلکہ یہ اطلاعات بھی ملیں کہ جس ممبر کے اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع کروا کر کیش لیا جائے وہ کچھ پیسے کاٹ کر کیش دیتے ہیں۔

کمپنی کے بعض ممبران سے جب Golden Handshake E-Card کی تفصیل پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ کمپنی جمع شدہ رقم کے بدلے ایک کارڈ جاری کرے گی جسے کسی ایسے شخص کو جو کمپنی کا ممبر بننا چاہتا ہے دے کر اپنی رقم وصول کی جاسکتی ہے۔ البتہ عام مارکیٹ میں اس کارڈ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اور کمپنی کے نظام میں بھی یہ کارڈ تین ماہ بعد ناکارہ (Expire) ہو جاتا ہے، اور ان ہی ایام میں اس کارڈ سے کسی کو ممبر بنایا جاسکتا ہے۔

شرعی گرفت

رقم کی واپسی کے بیان کردہ طریقے کو سامنے رکھتے ہوئے پہلی شرعی خرابی تو یہ ہے کہ کمپنی کے پاس ممبر کی جو امانت تھی کمپنی اسے براہِ راست ادا نہیں کرتی۔ حالانکہ مسلمہ اصول یہ ہے کہ جس پر کچھ نکلتا ہے وہ خود قرضخواہ کو ادائیگی کرے۔

البتہ شریعتِ مطہرہ کے اصول میں دو مزید ایسے طریقے ہیں جن کے ذریعے قرضدار اپنا قرضہ یا دین کسی اور کے ذمہ ڈال سکتا ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں جنہیں ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

ان میں سے ایک طریقہ کا نام ہے کفالہ (Surety Ship) اور دوسرے طریقہ کا نام ہے حوالہ (Bill of Exchange) ان دونوں طریقوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ کفالت میں قرضدار اصل قرضخواہ سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور کفیل سے بھی۔ جبکہ حوالہ میں قرضدار سے مطالبہ کا حق نہیں رہتا جس پر حوالہ کیا گیا صرف اسی سے مطالبہ ہو سکتا ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کمپنی کا اپنے اوپر نکلنے والی رقم خود ادا کرنے کے بجائے دوسرے پر ڈال دینے کا عمل شرعی اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے۔

قوانین شریعت کی روشنی میں کمپنی کا یہ عمل سراسر ناجائز و حرام ہے۔ اور جو کمپنی اس طریقہ پر عمل پیرا ہو خواہ مسلم ہو یا کافر کسی مسلمان کو اس کے ساتھ اس قسم کی رقم کی ادائیگی ناجائز ہے کہ یہ اپنی رقم کو خطر (Risk) پر پیش کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

کمپنی کے اس طریقہ کے ناجائز ہونے کی وجہ بنیادی حقوق کی پامالی اور ظلم کا پایا جانا ہے۔ وہ اس طرح کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی پر رقم نکلتی ہو تو وہ خود ادا کرے۔ حالانکہ جی، ایم، آئی کمپنی ایسا نہیں کرتی۔ اگرچہ کفالہ یا حوالہ کے طریقے سے اپنی ادائیگی دوسرے کے ذمہ ڈالی جاسکتی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں اور وہ شرائط یہاں نہیں پائی جارہیں۔ اس لئے کمپنی کا یہ عمل نہ تو کفالہ کے ضمن میں آئے گا اور نہ ہی حوالہ کے ضمن میں۔

کفالہ اور حوالہ کے نہ پائے جانے کی وجہ

کفالہ اور حوالہ میں بنیادی شرط یہ ہے کہ جس پر رقم نکلتی ہے وہ کسی شخص معین (Nominate Person) کو اس رقم کی ادائیگی منتقل کرے اور وہ شخص بھی رضامندی کے ساتھ اس بات کو قبول کرے۔ اور قبول کرنے کے بعد کفالت میں تو دونوں ہی سے طلب کیا جائے گا جو چاہے ادا کرے۔ اور حوالہ میں جس پر حوالہ کیا گیا صرف اسی سے تقاضا کیا جائے گا وہ نہ دے تو اسے دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور انکار پر اس پر مقدمہ قائم ہو گا اور قاضی دیکھے گا اگر وہ دینے کی استطاعت رکھتا ہے اور ادائیگی نہیں کر رہا تو اسے جیل بھیج دے گا اور اگر وہ مفلس ہو تو پھر اسے مہلت دی جائیگی۔ خلاصہ یہ کہ جس کے ذمہ قرض نکلتا ہو وہ خود یا وہ جس نے حوالہ قبول کیا وہ کن کن مراحل اور کس قدر ذمہ داری سے گزرے گا یہ ہم نے ابھی بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لازمی طور پر اسے ادائیگی کرنا ہی ہو گی۔ یہ ہے دین اسلام کا دیا ہوا وہ نظام جس میں ہر سو عدل ہی عدل نظر آتا ہے۔ کہ جس کی رقم ہے وہ سینہ تان کر اپنی رقم وصول کر سکتا ہے۔ اور قرضخواہ نہ دے تو قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ لیکن جی، ایم، آئی کے بنائے نظام میں جس کی رقم نکلتی ہے اسے یہ ہی معلوم نہیں کہ مجھے وصول کس سے کرنا ہے۔ کون مجھے میرا حق دے گا۔

صاحب حق کبھی اس کے پاس جائے گا اور کبھی اس کے پاس اور کوئی بھی نہ ملے تو اسے کمپنی پر کسی قسم کی چارہ جوئی کا حق حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ اس نے تو ایک کاغذ کی رسید دیکر جان چھڑالی ہے۔ اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ہزاروں روپوں کے بدلے ایک رسید تھما دینا عدل نہیں ظلم ہے۔ کفالت اور حوالہ کی جو شرائط اوپر بیان کی گئی ان سے متعلق فقہاء احناف کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

اپنے ذمہ کی رقم کسی اور پر سپردگی کیلئے کفیل اور مکفول لہ کی اسی مجلس میں رضامندی ضروری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومنہ رضاہ وقبول الحوالۃ سواء کان علیہ دین او لم یکن (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۳، صفحہ ۲۹۶، مطبوعہ پشاور)

"اور شرائط میں سے ایک شرط محتال علیہ کا راضی ہونا اور حوالہ کو قبول کرنا ہے چاہے اس محتال علیہ پر دین ہو یا نہ ہو۔"

بحر الرائق میں ہے:

قید برضاھما لانھا لا تصح مع اکراہ احدھما کما قدمناہ واراد من الرضا القبول فی مجلس الایجاب لما قدمناہ ان قبولھما فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد وھو مصرح بہ فی البدائع

"مصنف نے محیل اور محتال دونوں کی رضا کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ حوالہ ان میں سے کسی ایک پر جبر کے ساتھ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، اور رضا سے ایجاب کی مجلس میں قبول مراد لیا ہے کیونکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ دونوں کا مجلس ایجاب میں قبول کرنا انعقاد کی شرط میں سے ہے، اور اسی کی بدائع میں تصریح کی گئی ہے۔" (بحر الرائق، جلد ۶، صفحہ ۲۱۶، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری ہی میں ہے:

واما رکنھا فالایجاب والقبول حتی ان الکفالۃ لا تتم بالکفیل وحدہ سواء کفل بالمال او بالنفس مالم یوجد قبول المکفول لہ او قبول اجنبی عنہ فی مجلس العقد (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۳، صفحہ ۲۵۲، مطبوعہ پشاور)

"کفالت کا رکن ایجاب وقبول ہے حتی کہ کفالت صرف کفیل سے پوری نہیں ہوگی چاہے وہ مال کی کفالت کرے یا جان کی، جب تک مکفول لہ قبول نہ کرے یا مکفول لہ کی طرف سے کوئی اجنبی عقد کی مجلس میں قبول نہ کرے۔"

درمختار و ردالمحتار میں ہے:

ورکنھا ایجاب وقبول فلا تتم بالکفیل وحدہ مالم یقبل المکفول لہ او اجنبی عنہ فی المجلس

"اور کفالت کا رکن ایجاب وقبول ہیں تو صرف کفیل سے عقد کفالت مکمل نہیں ہوگا جب تک مکفول لہ یا اس کی طرف سے کوئی اجنبی مجلس میں قبول نہ کرلے۔" (ردالمحتار، جلد ۷، صفحہ ۵۹۱، مطبوعہ کوئٹہ)

چوتھی اور پانچویں صورت (Step) کا شرعی حکم

چوتھی صورت یعنی "اگر یہ کمپنی کے کام کو بڑھاتے ہوئے خریداروں کی دائیں اور بائیں جانب سے مقررہ مقدار پوری کرلے تو اسے بہرحال خریداری کرنا پڑے گی"۔ اور پانچویں صورت یعنی "کسی بھی وقت کمپنی کی ویب سائٹ پر جاکر اپنا آرڈر بک کرواکر کمپنی سے عقدِ بیع کیا جاسکتا ہے"۔ یہ دونوں ہی صورتیں چونکہ عقدِ بیع (Sale Agreement) پر مشتمل ہیں اس لئے ہم ذیل میں آنے والی سطور میں "وجہ ثانی" کے تحت اس پر گفتگو کریں گے۔

وجہ ثانی

﴿خریدی جانے والی اشیاء کے اعتبار سے متفرع ہونے والے شرعی احکام﴾

خریداری پر ہم دو اعتبار سے کلام کریں گے:

۱ جی ایم آئی کا طریقہ لزوم ملامسہ اور منابذہ جیسا ہے۔

۲ جی ایم آئی سے خریدی جانے والی چیز میں غرر اور قمار پایا جاتا ہے۔

پہلی وجہ پر کلام

جی ایم آئی کا جو طریقہ خرید و فروخت ہے اس میں بعض جگہوں پر پایا جانے والا لزوم خرید و فروخت یعنی خرید و فروخت کا لازم ہوجانا غیر شرعی ہے۔ جیسا کہ کسی نے پیسے جمع کروانے کے بعد مزید لوگوں کو ممبر بنواکر اپنے رائٹ اور لیفٹ کا ہدف پورا کردیا تو اسے لازمی طور پر خریداری کرنا پڑے گی۔ اسی طرح رقم جمع کروانے پر نوماہ گزر گئے تب بھی لازمی طور پر خریداری کرنا پڑے گی۔ خریداری کو لازمی ان مواقع کے ساتھ مشروط کرنا غیر شرعی عمل ہے۔

سرورِ دوعالم، رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت میں کی جانے والی بہت ساری خرید و فروخت کو ناجائز فرمایا اور حضرات صحابہ کو اس سے دُور رہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ویسے تو یہ منع کردہ بیوع بہت ساری ہیں لیکن ہم یہاں تین کا تذکرہ کریں گے جن میں سے ایک کا نام ہے ملامسہ اور دوسری کا نام ہے منابذہ اور تیسری کا نام ہے بیع حصات یہ تینوں کیا ہوتی ہیں اور ان کے ناجائز ہونے کی وجہ کیا ہے اس پر کلام کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر اور فقیہ حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اپنی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

بيع الملامسة وهو وقوع العقد باللمس والمنابذة وقوع العقد نبذه اليه و كذالك بيع الحصاة هو ان يضع عليه حصاة فتكون هذه الافعال عندهم موجبة البيع لو قوع البيع فهذا البيوع معقودة على المخاطر هو لاتعلق لهذا الاسباب التى علقوا وقوع البيع بها بعقد البيع ۔۔۔ الى ان قال ۔۔۔ فصار العقد معلقا على خطر فلا يجوز وصار ذلك اصلا فى امتناع وقوع البيعات على الاخطار وذلك ان يقول بعتك اذا قدم زيد واذا جاء غد ونحو ذلك (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۷۴، مطبوعہ لاہور)

"اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی دوسرے کے کپڑے کو بس چھولے اور بیع منابذہ یہ ہوتی تھی کہ بس گاہک کی طرف کپڑا یا کوئی چیز پھینک دی جائے۔ اور بیع حصاۃ یعنی کنکری کی بیع کی صورت یہ تھی کہ کسی چیز پر جاکر کوئی کنکری رکھ دی جائے۔ ان افعال کو وہ خرید و فروخت ہو جانے کا سبب تصور کیا کرتے تھے۔ پس یہ وہ طریقے ہیں جو خطر یعنی رسک پر مبنی ہیں جن چیزوں کو وہ خرید و فروخت کیلئے سبب قرار دے رہے ہیں یہ چیزیں سبب نہیں بن سکتیں۔۔۔۔پر یہ تمام عقد خطر پر معلق کئے گئے ہیں اور اصلاً منع ہیں۔ اسی طرح کسی اور طریقے میں بھی یہ صورت پائی جائے تو وہ بھی ناجائز ہوگا۔ جیسا کہ کوئی یوں سودا کرے کہ جب زید سفر سے آیگا تو ہمارا سودا ڈن (Done) یا جونہی کل آئے ہمارا سودا ہو گیا۔"

مذکورہ بالا عبارات میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں ایک یہ کہ ملامسہ منابذہ وغیرہ خرید و فروخت کے غیر شرعی طریقے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خرید و فروخت ہونے کیلئے کسی ایسے طریقے کو سبب نہیں بنا سکتے جس کو سبب قرار نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ ملامسہ میں مس کرنے کو اسی طرح منابذہ میں محض چیز گاہک کی طرف پھینکے جانے کو سودا ہو جانے کا سبب بنایا گیا ہے۔ اسی طرح زید سفر سے آئے تو ہماری خرید و فروخت ہو گئی۔ یہ تمام تر اسباب خود ساختہ ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسی لئے احادیثِ طیبہ میں خرید و فروخت کے ان طریقے سے منع کر دیا گیا۔

ذکر کردہ تمام تفصیل کے بعد اگر جی، ایم، آئی کمپنی کے طریقہ پر نظر کی جائے تو ہر آدمی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں ان مواقع اور اسباب کو خریداری کیلئے مشروط ٹھہرایا ہے۔ جو مقتضی عقد کے خلاف ہیں اور خریداری ایسے کسی طریقے سے مشروط نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ خرید و فروخت کرنے کا عملی کام بعد میں ہوتا ہے لیکن اس کا لزوم پہلے ہی ہو جاتا ہے اور رقم ناقابل واپسی قرار پاتی ہے جو کہ درست نہیں۔ اور یہاں حصولِ تملیک مبنی علی الاخطار ہے۔

دوسری وجہ پر کلام

جس گھڑی کا سودا کرنے کے بعد گاہک کمپنی کا ممبر بنتا ہے وہ گھڑی اس گاہک کیلئے ایک مبہم اور مجہول چیز ہوتی ہے جو گاہک نے دیکھی بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کی مارکیٹ قیمت اس رقم کے نصف کو بھی نہیں پہنچتی جو ایک ممبر کمپنی کو دیتا ہے۔ اور اکثر ممبران تو وہ ہوتے ہیں جن کا گھڑی یا کوئی اور چیز خریدنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ چونکہ مارکیٹنگ کے اس نیٹ ورک میں شامل ہونے کیلئے خریداری ان کی مجبوری ہے اس لئے خریداری کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور خاص کر گھڑی اس لئے خریدنا پڑتی ہے کہ سب سے کم قیمت کی مصنوعات میں گھڑی ہی سر فہرست ہے جس پر سونے کا پانی چڑھا کر فروخت کیا جاتا ہے ہم نے سوناروں سے معلوم کیا کہ ایک عام پیتل کی گھڑی پر سونے کا پانی کتنے کا چڑھ جاتا ہے تو پتا چلا کہ پانچ سو سے لے کر ہزار روپوں میں یہ کام عمدہ طریقے سے ہو جاتا ہے۔ لیکن کمپنی اپنی گھڑی کو پانچ سے چھ ہزار میں فروخت کرتی ہے۔ اور ممبر کمیشن حاصل کرنے کی لالچ میں راتوں رات امیر ہو جانے کے خواب سجائے اس گھڑی کو خریدتا ہے۔

خریداری کو ثانوی حیثیت حاصل ہے

خود کمپنی کا نظام ہماری بات کی تصدیق کرتا ہے وہ ایسے کہ ایک شخص جو رقم جمع کروا کر کمپنی کا ممبر بن گیا اس نے کوئی بھی چیز نہیں خریدی پانچ دن تک تو وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔ لیکن چھٹے دن سے لے کر چھ ماہ پورے ہونے تک اسے اپنی رقم واپس لینے کی اجازت نہیں ہوتی اگرچہ وہ کسی چیز کی خریداری نہ کرے۔ کمپنی سے وابستہ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ اس کو یہ موقع دیا گیا ہے کہ وہ اس عرصہ میں کسی کو ممبر بنا سکے۔ اور کمیشن کما سکے اور اگر وہ ناکام ہو جاتا ہے تو اس کو رقم کی واپسی کیلئے تین ماہ کا وقت دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی اور کو ممبر بنوانے میں کامیاب ہو جائے تو اب اس کی رقم نا قابل واپسی ہو جاتی ہے اور اسے خریداری ہی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اب اس تمام تفصیل کی روشنی میں آپ خود دیکھ لیں کہ یہاں خریداری کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ اور کمیشن بنانے کی لالچ میں جس نے رقم جمع کروادی اب اسے یا تو ممبر بنانے پر مجبور کیا جاتا ہے یا پھر اس کی رقم خاص مواقع پر نا قابل واپسی قرار دے کر اس سے عقد بیع یعنی خریداری کا سودا کروایا جاتا ہے۔

جی ایم آئی مثل جوا ہے

جی ہاں اس پورے نظام پر نظر دوڑانے کے بعد اس بات سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے کہ شاید ہی مذکورہ کمپنی میں شامل کسی شخص کا مقصود گھوڑی یا اس کی کوئی اور چیز خریدنا ہوتا ہو بلکہ اکثر لوگوں کا مقصود مارکیٹنگ کے اس سلسلہ میں داخل ہونا ہوتا ہے۔ جس کیلئے گھڑی وغیرہ بک کروانا ان کی مجبوری ہے اور گھڑی بھی ایسی کہ نری مبہم، مارکیٹ میں جس کی قیمت انتہائی کم، پھر قیمت واپس ملے تو ویسے ہی کم ہو کر ملے۔

گھڑی سے متعلق ان تمام چیزوں کی برائی کے باوجود مارکیٹنگ کے ذریعے نفع کمانے کا لالچ انہیں گھڑی بک کروانے پر مجبور کرتا ہے اور اس نفع کا جو حال ہے وہ انتہائی پر فریب اور کمپنی کو نفع پہنچانے کے سوا کچھ نہیں۔ درج ذیل سطور میں ہم یہ بیان کریں گے کہ گھڑی خرید کر اس کمپنی کی مارکیٹنگ چین میں شامل ہونے والے کیلئے کمیشن کا حصول کس قدر محال اور غیر یقینی ہے۔ الغرض ایک شخص ممبر بننے کے بعد جن مراحل سے گزرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جس سستی گھڑی کو بہت مہنگا اس لالچ سے خرید اگیا تھا کہ کمپنی چین میں شامل ہو کر مارکیٹنگ کرکے نفع کمائیں گے۔ وہ نفع کمانا انتہائی موہوم ہے اور اپنا نقصان کرنے کا امکان زیادہ ہے خلاصہ یہ نکلا کہ ایک موہوم نفع پر اپنی رقم خطر یعنی رسک پر لگاتا ہے اور یہ عمل اصطلاح شریعت میں قمار یعنی جوا کہلاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکم کا دارومدار مقاصد پر ہوتا ہے۔ اور فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے جس کو بعض علماء نے ثلث علم قرار دیا: "الامور بمقاصدھا"

(الاشباہ والنظائر مع غمز، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲، مطبوعہ کراچی۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ، صفحہ ۱۶، مطبوعہ کراچی)

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جی، ایم، آئی کا ممبر بننے والے اکثر لوگوں کا مقصود کمیشن حاصل کرکے نفع کمانا ہوتا ہے۔ لیکن خریداری ان کی مجبوری ہے تو ایسے کمیشن کی بنا پر جو خطر پر معلق ہے خریداری کرنا غرر اور دھوکے کو اختیار کرنا ہے۔ اور اپنے پیسے کو خطر پر پیش کرنا ہے۔ لہٰذا ایسی خریداری قمار کے زمرے میں آئے گی۔

ملٹی لیول مارکیٹنگ یا جی، ایم، آئی کا طریقہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ابھی دو سال قبل ھند کے جید مفتیانِ کرام اور معتمد علماء پر مشتمل "مجلس شرعی" کے پندرہویں فقہی سیمینار میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور انہوں نے کسی ایک کمپنی پر نہیں بلکہ اس طرح کی اور بہت ساری کمپنیوں کے نظام کو سامنے رکھ کر جو انڈیا میں کام کر رہی ہیں اپنے فقہی سیمینار میں بحث کی۔

ماہنامہ اشرفیہ، مئی/۲۰۰۸ کے شمارے کے ابتدائیے میں اس موضوع کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا:

"نیٹ ورک مارکیٹنگ کو بلفظ دیگر ملٹی لیول مارکیٹنگ بھی کہتے ہیں یعنی یہ کثیر السطح تجارت کا ایسا نمونہ ہے جو خرید و فروخت کو بلاواسطہ فروخت کرنے والوں سے جوڑتا ہے اس میں ایک ایسی کمپنی جو کچھ سامان تیار کرتی ہے وہ اپنی مصنوعات کی خرید و فروخت کیلئے، خرید و فروخت کی بنیاد پر کچھ کمیشن دینے کے وعدے کے ساتھ ممبر بناتی ہے اور مزید اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اگر ایک ممبر اپنے ماتحت اور ممبر بنالیتا ہے تو کمیشن کے علاوہ اپنے ماتحت ممبر بنانے پر بھی کمیشن ملے گا اور اس طرح مثلاً ایک سامان فروخت کرنے والا ممبر اپنے ماتحت کچھ متعین ممبر بنالیتا ہے تو کمیشن کے علاوہ کمپنی اسے دیگر مراعات (نیچے آنے والوں کا کمیشن بھی دیتی ہے، گویا کہ فروخت کرنے والے لوگوں کی ایک تنظیم بن جاتی ہے جس میں سامان فروختگی کا منافع کمپنی کے علاوہ اس کے ممبر اور ماتحت ممبر کو ملتا ہے۔ ایسی کمپنیوں کی فہرست طویل ہے ہم ذیل میں اس طرح کی چند کمپنیوں کے نام پیش کرتے ہیں: ایم وے Amway، فری لائف Free Life، اے سی این-آئی این سی ACN-INC، ایکسل خبر رسانی (Communication) ، آر سی ایم (Right Business Conect)۔ اس وقت ہندوستان میں دو کمپنیاں زیادہ مقبول ہیں.......... الخ"

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ہند، شمارہ مئی ۲۰۰۸ صفحہ ۴)

مجلس شرعی نے ان کمپنیوں پر بحث کرتے ہوئے ان کمپنیوں کے ساتھ لین دین کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ ہم نے چونکہ اوپر جی ایم آئی سے خرید و فروخت کو جوئے کی مثل اور غرر پر مشتمل قرار دیا ہے اس ضمن میں اپنے موقف پر دو تائیدات پیش کی جاتی ہیں ایک علمائے مجلس شرعی ہند کے حوالے سے دوسری اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے۔

علمائے ہند کا فیصلہ

مجلس شرعی ہند نے لیول مارکیٹنگ کمپنیوں پر بحث کرتے ہوئے کئی سوال قائم کئے جن میں ایک سوال یہ تھا کہ ان کمپنیوں سے مصنوعات کی خریداری سے مقصود کیا فی الواقع اسباب معیشت (ضرورت وحاجت) کی خریداری ہے یا اس سے اصل مقصود ممبر سازی کے کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے؟

فقیہ عصر سراج الفقہاء حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب کے نزدیک چونکہ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کام سے اصل مقصود ممبر سازی کا کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

"ان کمپنیوں کی مصنوعات کا دام ان کے معیار (کوالٹی کے لحاظ) سے اتنا کم ہوتا ہے جو غبن فاحش کی حد کو پہنچا ہوا ہوتا ہے، اس کے باعث ابتداء ہی خریداروں کو عظیم نقصان اور خسارے سے دوچار ہونا پڑتا ہے.... مزید فرماتے ہیں اگر ممبر سازی کو خریداری سے مشروط نہ کیا جائے تو شاید ہی کوئی دانا انسان وہ مصنوعات مقررہ دام پر خریدے اور یہی وجہ ہے کہ لاکھوں انسان جو ممبر سازی سے سروکار نہیں رکھتے وہ کبھی ایسی کمپنیوں کی مصنوعات کی طرف توجہ نہیں دیتے.... ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ کمپنیوں کی مصنوعات کی خریداری سے اصل مقصود ممبر سازی کے کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خریداری کے ساتھ ہی وہ ممبر سازی کیلئے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں پھر ان کے سامنے بس یہی ایک ہدف ہوتا ہے اور اسی کیلئے ان کی ساری تگ ودو ہوتی ہے۔" (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ہند، شمارہ مئی ۲۰۰۸ صفحہ ۳۵،۳۶)

مجلس شرعی ہند مبارکپور نے بالاتفاق جو فیصلہ تحریر کیا اس کا ایک اقتباس یہ ہے، "آئندہ ممبر بنالینا اور کمیشن کا فائدہ پانا محض ایک اُمید موہوم ہے تو سے فیصد لوگ اس میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ایک طرح کی جوئے بازی ہے جس میں فائدہ اور نقصان دونوں کا خطرہ لگا رہتا ہے جوئے بازی بھی ناجائز و حرام ہے"۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ہند، شمارہ مئی ۲۰۰۸ صفحہ ۴۶)

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک خرید و فروخت پر قمار کا حکم لگایا جائے۔ یہاں تو مبادلۃ المال بالمال ہے اور دونوں جانب مال ہوتے ہوئے قمار کیوں کر پایا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو قمار اپنی مشہور تعریف تک محدود نہیں۔ بلکہ شبہ ربا کی طرح شبہ قمار پر مشتمل بہت ساری صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے مبادلۃ المال بالمال کے ہوتے ہوئے بھی قمار پائے جانے کی بہت ساری صورتیں کتبِ فقہ میں موجود ہیں جن میں سے ایک بہت مشہور صورت ملامسہ اور منابذہ کی ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا باوجود کہ یہ بیع، بیع فاسد ہے نہ کہ باطل۔ اور عاقدین بدلین کے مالک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء نے اس صورت کو بھی قمار قرار دیا اکثر نے قمار اور بعض نے مشابہ قمار کا اطلاق کیا۔ عباراتِ فقہاء ملاحظہ ہوں۔

عمدۃ القاری میں ہے:

”الملامسة والمنابذه عند جماعة العلماء من البيع الغرر والقمار“

(عمدۃ القاری، جلد ۸، صفحہ ۴۴۰، مطبوعہ ملتان)

درمختار میں بیان کیا گیا:

”وهی من بیوع الجاهلية فنهی عنها كلها لوجود القمار“ (درمختار، جلد ۷، صفحہ ۲۵۶، کوئٹہ)

تبیین الحقائق میں ہے:

”ولان فيه تعليقاً للتمليك بالخطر فيكون قمارا“ (تبیین، جلد ۴، صفحہ ۴۸، مطبوعہ ملتان)

عنایہ میں ہے:

”ولان فيه تعليقاً بالخطر والتمليكات لا تحتمله لا دائه الى معنى القمار“

(عنایہ شرح ہدایہ، جلد ۶، صفحہ ۵۵، کوئٹہ)

لباب شرح قدوری میں ہے:

”ولا فيه تعليقاً بالخطر ــــ فاشبه القمار“ (لباب، جلد ۱، صفحہ ۲۱۲، مطبوعہ کراچی)

گھڑی کی ملٹی لیول مارکیٹنگ والے مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح کے ایک مارکیٹنگ سسٹم سے گھڑی بیچی جاتی تھی۔ اور اس سے پہلے بہت سارے ٹکٹ بیچنے ہوتے تھے ٹکٹ کے مال ہونے پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرور کلام فرمایا لیکن یہ کلام اس طور پر تھا کہ ایک احتمال یہ ہے کہ وہ مال نہ ہو لیکن آپ نے دوسرے احتمال کو بھی سامنے رکھا اور مال مان کر بھی اس بیع کو بیع فاسد قرار دیا اور اس سسٹم کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتویٰ کے چند اقتباسات پیش نظر ہیں۔ ان اقتباسات سے ہمارا مقصود بطور نظیر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کو پیش کرنا نہیں۔ کیونکہ وہاں صورت نوعی ذرا مختلف ہے بلکہ ہمارا مقصود ان ضروری اصولوں سے استشہاد پکڑنا ہے جن کو امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتویٰ میں بیان کیا ہے اور ان اصولوں و قواعد کی روشنی میں GMI کمپنی کی خرابیوں کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے، آمین! اس اجمال کی تفصیل مجمل یہ ہے کہ حقیقت دیکھئے تو معاملہ مذکورہ بنظر مقاصد ٹکٹ فروش و ٹکٹ خراں ہرگز بیع و شرا وغیرہ کوئی عقد شرعی نہیں (یعنی ٹکٹ بیچنے والوں اور خریدنے والوں کا مقصد کوئی خرید و فروخت نہیں) بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک اُمید موہوم پر پانسا ڈالنا اور یہی قمار ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۷، صفحہ ۳۳۰، رضا فاؤنڈیشن)

یعنی مقاصد کو دیکھا جائے تو کسی کا مقصود ٹکٹ خریدنا نہیں بلکہ اس لئے خریدتے ہیں کہ ان کو وہ گھڑی مل سکے لیکن اس کیلئے ان کو درجنوں ٹکٹ بکوانے پڑیں گے۔

جی، ایم، آئی بھی نوع قمار ہے

یہی طریقہ GMI کا ہے کہ گھڑی یا کوئی اور پروڈکٹ یہاں ممبران کا مقصود نہیں بلکہ وہ کمیشن مقصود ہے جس کیلئے ان کو لاچارگی میں کوئی نہ کوئی چیز خریدنا پڑتی ہے۔ اور پھر کمیشن کما پائیں گے یا نہیں یہ سب موہوم یعنی اعلیٰ درجے کا مشکوک (Suspicious) معاملہ ہے۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنے والے ملک بھر میں پھیل جائینگے اور محض بے وقت منہ مانگے دام پے در پے آیا کریں گے نوکر دام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام، مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا کام کریں گے انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع، یہاں دونوں مجتمع ہوں گے، ایک کے تیس ملنے کی طمع میں جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہو گا کہ جہاں سے جانے پانچ احمق اور پھانسے چھ تو یہ نقد بلا معاوضہ آئے اب وہ نو گرفتار پانچ میں ہر ایک اسی تیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا یونہی یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہو جائیں گے پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا، گھر بیٹھے بے محنت دونے ڈیوڑھے چھنا چھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا، ان ٹکٹ خریداروں کا گیا جنہوں نے روپے کو ہوا خریدی، ہمیں یوں بھی صدہا مفت بچ رہے، بہرحال اپنا احمق کہیں نہیں گیا تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس لاؤ قسمت آزما دیکھیں یہاں تک نری طمع تھی اب کہ روپیہ بھیج چکے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہو گیا اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا روپیہ ہرا ہو، دوسرے سوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں، یونہی یہ اُمید و بیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا، اوّل کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس جا بگڑے گا۔"

جی، ایم، آئی لوگوں کو بے وقوف بنا کر کمپنی کو فائدہ پہنچانے کا نام ہے:

کتنے پیارے الفاظ میں امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سمجھا دیا کہ طمع اور لالچ کو پہچانو! محض اپنے نفع کیلئے لوگوں کو پھانس کر نقصان نہ پہنچاؤ۔

حد سے زیادہ مہنگی اشیاء فروخت کرنے کا ثبوت

کمپنی سے خریداری میں غرر ظاہر کرنے کیلئے ہم نے ایک صاحب کے جی۔ایم۔آئی کے اکاؤنٹ کے ذریعے مورخہ ۲۳/شوال المکرم ۱۴۳۱ھ بمطابق ۳/اکتوبر ۲۰۱۰ء کو جی۔ایم۔آئی سے 20 گرام سونے کے سکے کا ریٹ لیا جو کہ 24 کریٹ کا ہوتا ہے۔اس کا جو ریٹ آیا وہ یہ تھا۔ویب سائٹ پر ان کے اکاؤنٹ میں تفصیل کچھ یوں آئی جسے ہم وہیں سے پیسٹ کر رہے ہیں۔

Product Details	
Gold Account	ممبر کا نام حذف کر دیا گیا ہے
Gold Account ID	ممبر کی ID حذف کر دی گئی ہے
Password	**********
Product Name	Gold Coin
Product Cost	$840
Service Charges	$100
Additional Charges	(%10) $84
Cost Total	$1024

جبکہ 24 کریٹ سونے کا 10 گرام کا ریٹ اسی دن ایکسپریس اخبار کراچی ایڈیشن کے صفحہ 18 پر دی گئی تفصیل کے مطابق کراچی میں 36514 روپے تھا۔جبکہ ڈالر کا ریٹ اس کے اگلے دن 86.30 تھا اس حساب سے 1025 ڈالر کے پاکستانی 88371 روپے بنے۔

اس تمام حساب کی روشنی میں 24 کریٹ کے بیس گرام سونے کی پاکستان میں قیمت 73028 بنتی ہے جبکہ جی۔ایم۔آئی کمپنی جو کہ ناروے سے منگوا کر دینے کی دعویدار ہے وہ یہی سونا 88371 میں فروخت کر رہی ہے۔اب بتایئے! لوگوں کو بے وقوف بنا کر بھاری بھر کم ریٹ لے کر اپنی چیزیں بیچنے کا گر نہیں تو اور کیا ہے؟

گھڑی کے بارے میں تو کمپنی سے وابستہ لوگوں کا جھوٹ چل جاتا ہے کہ اس کی مالیت اتنی نہیں اتنی ہے لیکن سونے کے سکے کے بارے میں اب اوپر دی گئی تفصیل کے بعد وہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔

سکے کی تفصیل جو ہم نے اوپر درج کی یہ اس کیلئے ہے جو ابتدائی رقم سے سکہ ہی بک کروائے جبکہ کمیشن کے ذریعے حاصل شدہ رقم سے خریداری پر قدرے فرق ہے۔

یہ حال تو ایک سکے کی خریداری میں غبن فاحش کا تھا لیکن وہ زیورات جن کا معیار غیر یقینی ہے۔ کیا معلوم جو زیور 18 کریٹ کا ظاہر کیا گیا وہ اتنے کا نکلے گا یا نہیں؟ اور نہیں نکلا تو واپسی کی کوئی صورت نہیں لا محالہ جو مل گئی اسے لینا ہی پڑے گا۔ نہ اسے خیارِ رویت حاصل ہو گا اور نہ خیارِ عیب۔

خلاصہ کلام یہ کہ جی، ایم، آئی کے ساتھ خریداری میں قمار، غبن فاحش، اور غرر کے عنصر موجود ہیں لہذا ایک مسلمان کو جی، ایم، آئی کی مصنوعات خریدنا ناجائز و حرام ہے۔

وجہ ثالث

جواب کے تیسرے حصے میں ہم کمیشن پر گفتگو کریں گے۔

کمپنی کے کمیشن کے نظام پر ہم دو اعتبار سے کلام کریں گے:۔

اوّل:۔ کمپنی کے عقد اجارہ بالفاظ دیگر ممبر شپ کمیشن کی شرعی حیثیت۔

دوم:۔ کمیشن کی ادائیگی کے طریقے میں شرعی خامیاں۔

کمپنی کے عقد اجارہ بالفاظ دیگر ممبر شپ کمیشن کی شرعی حیثیت

کمپنی جس طریقے کار سے کمیشن دیتی ہے اس میں داخل ہونے کیلئے دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے یا تو کمپنی کی کوئی چیز خرید کر کمیشن بنانے کیلئے ممبر بنا جاسکتا ہے یا پھر کمپنی میں پیسے جمع کروا کر یہ حق ملتا ہے۔ تو کمپنی کی طرف سے کام کرنے اور لوگوں کو ممبر بنانے کا جو اجارہ ہے وہ عقد قرض یا عقد بیع سے مشروط ہے اور ایسی شرط عائد کرنا اجارہ کو فاسد کر دیتی ہے اور اجارہ فاسدہ سے کمائی گئی اُجرت حلال نہیں ہوتی۔

تنویر الابصار میں ہے:

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد (تنویر الابصار، جلد۹، صفحہ۷۷، مطبوعہ کوئٹہ)

”عقد کے مقتضی کے خلاف شروط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔“

کنز الدقائق و بحر الرائق میں ہے:

یفسد الاجارة الشرط ای الشروط المعهودة المتقدمة فی باب البیع

الفاسد التی لیست من مقتضی العقد (البحر الرائق، جلد۷، صفحہ ۵۳۰، مطبوعہ کوئٹہ)

”شرط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں یعنی وہ معینہ شروط جو پہلے بیع فاسد کے باب میں گزری ہیں جو کہ عقد کے مقتضی میں سے نہیں ہوتیں۔“

کمیشن کی ادائیگی کے طریقے میں شرعی خامیاں

ہمیں یہاں دو بڑی خرابیاں واضح نظر آئیں:۔

پہلی خرابی:۔ کمیشن کی سپردگی کا نظام شرعی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

دوسری خرابی:۔ استحقاق کمیشن کا طریقہ ضوابط فقہیہ کے خلاف ہے۔

پہلی خرابی

قطع نظر اس کے کہ کمپنی میں کمیشن کتنا کام کرنے پر کتنا دیا جاتا ہے اور کتنا نہیں۔ یہ جان کر قارئین کو حیرت ہوگی کہ کمپنی میں کام کرنے کے بعد کمیشن دیا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ ممبر کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم شو کر دی جاتی ہے کہ آپ نے اتنے افراد کو ممبر بنا کر رائٹ اور لیفٹ کا سرکل پورا کر لیا یا آپ کے ماتحت لوگوں نے پورا کر لیا ہے لہٰذا آپ نے مثلاً 30 ڈالر کمیشن میں کما لئے۔ آپ اپنے کمپنی کی ویب سائٹ پر بنے اکاؤنٹ میں جس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ 30 ڈالر اسے اپنے اکاؤنٹ میں نظر آجائینگے۔ اس کے بعد کمپنی کی آفر ہوگی کہ اس رقم سے آپ ہماری کمپنی کی کوئی چیز خرید سکتے ہیں۔ اور اگر آپ کو کیش چاہئے تو کسی اور کو کمپنی کا ممبر بنانے کی جدوجہد کرو اور اس سے رقم حاصل کرو اور اتنے پیسے اپنے اکاؤنٹ سے اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کردو۔ اور اس سے ہی کیش وصول کرو۔

یہ صریح ظلم نہیں تو کیا ہے کہ ایک شخص جس کو آپ نے لاکھوں روپے کمانے کا لالچ دے کر اپنے سرکل میں داخل کیا وہ اب اپنے حق کو وصول کرنے کیلئے کسی اور کو پھانسے گا پھر اس سے وہ رقم لے گا۔ یہ اُلٹا نظام ہے اور ایک آجر کے بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ شریعتِ مطہرہ یہ کہتی ہے کہ مزدور جب کام ختم کرے تو اس کو اس کی مزدوری دیدی جائے لیکن کمپنی ایسا نہیں کرتی۔ تو جی، ایم، آئی کا کام کرنے والوں کو اُجرت کا ملنا غیر مقدور التسلیم ہے اور اُجرت کا غیر مقدور التسلیم ہونا بھی مفسد عقد ہے۔

البتہ کمپنی میں اُجرت ملنے کی ایک صورت ہے کہ اگر وہ شخص عرصہ دراز تک محنت کرتا رہا اور اس نے درجنوں افراد کو ممبر بنوا دیا اور اس کا کمیشن بڑھتے بڑھتے 300 ڈالر تک پہنچ گیا تب جا کر وہ کمپنی سے کیش لے سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور صورت کیش ملنے کی نہیں۔

جو تفصیل ہم نے بیان کی اس کے ظاہر ہونے کے بعد دنیا کا کوئی حنفی سنّی عالم کسی کافر سے بھی ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دے گا کیونکہ اس میں سراسر مسلمان کا نقصان اور محنت کرنے والے کی محنت کا ضیاع ہے اور اس کے حق کا ابطال ہے۔

حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ "جب احمد نے گھڑی خرید لی تو اس پر لازم نہیں کہ کمپنی کیلئے کام بھی کرے، لہٰذا شرعاً بالکل جائز ہے کیونکہ شرط فاسد سے خرید و فروخت میں خرابی آتی ہے کسی غیر مشروط آفر سے نہیں" اس عبارت میں تو انہوں نے شرطِ فاسد کا لحاظ کر کے گفتگو کی ہے۔

لیکن یہ حضرات کمیشن کے اس نظام پر پہلو تہی کر کے گزر گئے کہ جس میں ادائیگی کمیشن کو بھی کسی اور کو ممبر بنانے یا پھر اس کے بدلے مزید خریداری سے مشروط کیا جارہا ہے۔ حالانکہ انصاف تو یہ تھا کہ ان چیزوں پر بھی کلام کیا جاتا۔ اور کمپنی کے ساتھ معاملات کے ساتھ جواز کا دروازہ نہ کھولا جاتا۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اہلِ علم پر کسی بات سے متعلق عدم جواز کے چند پہلو آجائیں تو پھر مزید تفصیل و تفتیش کی حاجت نہیں ہوتی۔ لیکن جس کا رُجحان جواز کی طرف ہو اور اس کا جواز بیان کرنا اس طرح عام کیا جاتا ہو جیسا کہ عید کا چاند نظر آنے کا اعلان۔ تو پھر حکم جواز دینے والے پر پوری تحقیق کرنا شرعاً لازم ہو جاتا ہے۔ تاکہ اُمتِ مسلمہ دھوکے اور فریب کا شکار نہ ہو سکیں۔

دوسری خرابی

کمپنی کے کمیشن دینے کا جو طریقہ کار ہے وہ ضوابط فقہیہ اور قانون اجارہ کے خلاف ہے۔ قوانین فقہ کی روشنی میں ایک مزدور یا کسی کیلئے کام کرنے والے کی اُجرت تو بلاشبہ پوری پوری دی جائے گی۔ لیکن وہ کام جو اس نے نہیں کیا بلکہ کسی اور نے کیا ہے اس کا وہ مستحق نہیں اور اس رقم کا وہ تقاضا نہیں کر سکتا۔ کمپنی کے کام میں کمیشن کا حصول بطور دلال کے ملتا ہے۔ اور دلال کیلئے ضروری ہے کہ اس نے عرف کے مطابق کام کیا ہو تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۷، صفحہ ۴۵۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن۔

کمپنی ممبران کو پہلے Step کو پورا کرنے کیلئے تو براہِ راست محنت و کوشش کرنا پڑتی ہے لیکن بقیہ کمیشن دوسرے کی محنت کی بنا پر انہیں دیا جاتا ہے۔

مثلاً

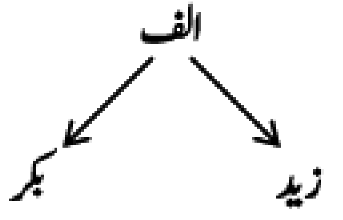

یعنی الف نے زید اور بکر کو ممبر بنوایا اور تو اس کو 30$ کمیشن کے مل گئے۔ اب بکر اور زید مزید کسی اور کو ممبر بنائیں گے تو اس کا کمیشن بھی زید کو ملے گا۔ ایسے کسی کمیشن کے مطالبے کا حق الف کو نہیں۔ جبکہ کمپنی کے عرف میں اسے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کوئی استحقاق کا معاملہ نہیں بلکہ کمپنی کی طرف سے انعام ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ انعام تو ایک لفظ مشترک ہے جس کے بہت سارے معنی ہیں۔ یہ لفظ فضل صلہ اور تبرع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اُجرت اور معاوضہ کے معنی میں بھی پہلے معنی کی رو سے یہ ایک رضاکارانہ ادائیگی (Optionally Payment) ہوگی اور دوسرے معنی کے اعتبار سے ادائیگی لازمی (Compulsory Payment) تصور کی جائیگی۔

لفظ انعام کے استعمال پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

زیرا کہ انعام اگرچند صلہ یا تبرع را گویند در ہچو مقام بر بدل و معاوضہ ہم اطلاقش کنند و لفظ انعام تنہا یا مردوا اگر رو بعدم اجارہ دارد قید "حالا" در سابق و شرط "ورنہ" در لاحق رو تحقیق اوست و سخن ضابطہ دریں مقام آنست کہ اگر زید ب بکر ازیں کلام عقد اجارہ خواستہ اند و دادن اجرت مشروط بشرط مذکور داشتہ واز ہمیں قبیل ست تقرر معاوضہ وبدل بر عمل اگرچہ اجرتش نگویند و بنام انعام تعبیر کنند فان المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"کیونکہ انعام اگرچہ صلہ اور تبرع ہوتا ہے مگر ایسے مقام میں بدل اور معاوضہ بھی مراد ہوتا ہے اور انعام کا لفظ صورتا اگر عدم اجارہ ہے تو پہلے "فی الحال" کی قید اور بعد میں "ورنہ" شرط اجارہ کے تحقیق کی صورت ہے اور ضابطہ کی بات یہاں یہ ہے کہ اگر زید و بکر نے یہ کلام عقد اجارہ کے طور پر کیا ہے اور اُجرت کی ادائیگی کو شرط مذکور سے مشروط کیا ہے اسی قبیل سے معاوضہ اور بدل کا تقرر عمل پر کرنا ہے اگرچہ اجرت نہ کہیں اور اس کا نام انعام رکھیں تو ایسی صورت میں اس عقد کے فساد اور حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ ان عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔"

خلاصہ یہ نکلا کہ کمپنی کے کمیشن کو اگر انعام سے تعبیر بھی کریں تو یہاں کون سا انعام مراد ہے اُجرت والا یا فضل و تبرع والا اس کا فیصلہ میں اور آپ نہیں بلکہ کمپنی اور اس سے وابستہ لوگوں کا عرف کریگا۔ کمپنی کے عرف میں اس کمیشن کو جس کے بارے میں ہم بحث کر رہے ہیں رضاکارانہ ادائیگی (Optionally Payment) نہیں بلکہ لازمی (Compulsory Payment) سمجھا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ از خود اسے رضاکارانہ، اور فضل و تبرع پر مشتمل شے قرار دیا جاتا ہو۔

فقہ اسلامی کا مسلمہ قاعدہ ہے جس کو پانچ امہات القواعد میں سے ایک شمار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

اَلعَادَۃُ مُحَکَّمَۃ "یعنی عادت حکم کی بنیاد ہے۔"

(الاشباہ و النظائر، جلد۱، صفحہ ۲۶۸، مطبوعہ کراچی، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، صفحہ ۲۰، مطبوعہ کراچی)

اسی قاعدہ کی فرع کے طور پر ایک اور قاعدہ ہے کتب قواعد میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ "اَسْتِعْمَالُ النَّاسِ حُجَّةٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهَا" لوگوں کا عملی رواج بھی حجت اور دلیل ہے جس کی رعایت ضروری ہے۔ (مجلة الاحکام العدلية، صفحہ ۲۰، مطبوعہ کراچی)

شارح مجلہ علامہ علی حیدر امین آفندی متوفی ۱۳۵۳ھ درالحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ایک مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مثال ذلك: اذا استعان شخص على شراء مال وبعد وقوع البيع والشراء طلب المستعان به من المستعين اجرة فينظر الى تعامل اهل السوق فاذا كان معتادا فى مثل هذه الحال اخذ اجرة فللمستعان به اخذ الاجرة المثلية من المستعين والاء فلا۔

"ایک شخص نے دوسرے سے مال کی خریداری پر مدد طلب کی اور دوسرے نے اس کی مدد کی (جس طرح بروکر کرتے ہیں) سودا ہو جانے کے بعد اس مدد کرنے والے نے اُجرت طلب کی۔ تو اس بازار کا عرف اور تعامل دیکھا جائے گا اگر وہاں معتاد یہ ہے کہ اس قسم کی مدد لینے پر اُجرت بھی دی جاتی ہے تو مدد لینے والے پر اُجرت مثل لازم ہو گی، ورنہ نہیں۔"

زیر بحث مسئلہ میں ذکر کردہ مثال نے یہ واضح کر دیا کہ کسی معاملہ پر اُجرت کے مطالبہ کا حق اس مارکیٹ کے عرف پر مبنی ہوتا ہے اور ماکیٹ میں جہاں کسی ادائیگی کو لازمی سمجھا جاتا ہو۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم اسے غیر لازمی قرار دیں اور بتائیں کہ اس میں استحقاق شرعی ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ قوانین فقہ ہمیں اس کہنے پر رہنمائی کرتے ہوں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسے معاملے کو فضل اور تبرع قرار دیں حالانکہ لوگوں کے عرف میں وہ فضل و تبرع نہ ہو۔ قابل توجہ بات اس مقام پر یہ ہے کہ یہ بحث وہاں ہو رہی ہے جہاں بروکر سے کمیشن طے ہی نہیں ہوئی تھی تو جہاں پہلے سے کمیشن طے کی جاتی ہے اسے غیر مشروط اور اختیاری اور انعام کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کمپنی کے عرف میں بلاشبہ اس مقام پر دوسرے تیسرے اور بعد والے Steps پر بھی کمیشن کا دیا جانا طے ہوتا ہے اور عرف کمپنی میں اس کا درجہ استحقاق کو پہنچا ہوتا ہے۔ اور چونکہ دوسرے تیسرے Step پر دوسرے گروپ کو کام کرنا ہوتا ہے لیکن اوّلاً گروپ بنانے والا یعنی "الف" خود اسی لالچ میں ان دوسروں کی مدد کر رہا ہوتا ہے۔

کمپنی کے ممبران میں سے ہر شخص پہلے Step کے بعد میں ملنے والی رقم کو اُجرت، کمیشن اور اپنا استحقاق سمجھ کر مطالبہ کرتا ہے اور کمپنی بھی اسے یہی قرار دیتی ہے۔ تو پھر محض اپنی رائے سے اسے انعام کہہ کر فضل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ یقینی طور پر ایسا کرنا ایک غلطی ہے۔

کمپنی سے اجتناب کے عقلی دلائل

1 اب سے پہلے بہت ساری اس طرح کی کمپنیاں اس سے ملتا جلتا کام لے کر آئیں لوگوں سے پیسہ بٹورا اور چلی گئیں آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے جیسا کہ گولڈن کی کمپنی، بزناس ڈاٹ کام، مائے سیون ڈائمنڈ، شینل کمپنی، یہ سب کمپنیاں لوگوں کو اپنا مال بیچنے کے بعد لاکھوں روپے ماہانہ کمانے کے سپنے دکھا کر فرار ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اس طرح کی کمپنیوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اور پہلے کی کمپنیوں کے دفتر تو ہوتے تھے یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ انہوں نے پہلے ہی مخفی رکھا ہے۔

2 ایک مسلمان کو لائق نہیں کہ اپنا پیسہ غیر ضروری چیزوں کی خریداری میں لگائے اسے اپنی ضرورت وحاجت ہی کی چیزیں خریدنی چاہئے۔ سونے کا پانی چڑھی گھڑی، سونے کا قلم۔ اس طرح کی غیر ضروری چیزیں خریدنا نادانی ہے خاص طور پر اسوقت کہ جب آپ مارکیٹ میں فروخت کرنے جائیں تو آپ کو اس کی نصف قیمت بھی نہ ملے۔ یونہی کافر کی کمپنی کہہ کر کراچی میں ملنے والے ریٹ سے پندرہ سے بیس ہزار صرف بیس گرام کے سکے پر یعنی دو تولہ سے بھی کم سونے پر اتنا بڑا نفع کافر کو اوپر دینا اسے فائدہ دینا نہیں تو کیا ہے۔ ایسا فائدہ پہنچانے کی اسے کب اجازت ہے۔ تجھے سونا ہی خریدنا ہے تو یہاں کی مارکیٹ سے خرید لے اور وہ نفع جو مفت میں دینا چاہتا ہے کسی غریب، محتاج پر خرچ کر۔

امام اہل سنت مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت دُرست کرنے کیلئے کچھ ضروری اصولوں پر مشتمل ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے:

"تدبیرِ فلاح و نجات واِصلاح" / (نجات، اصلاحِ معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں)

اس رسالہ میں آپ نے مسلمانوں کی ایک نادانی پر سخت تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ثانیاً اپنی قوم کے کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی (بناوٹ) کی گھڑنت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر کہ آپ کو دیئے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۵، صفحہ ۱۴۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

3 عقل مند آدمی وہ ہے جو دوسروں سے سبق سیکھتا ہے، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس کمپنی کے ساتھ کام کیا لیکن نہ انہیں آج تک گھڑی ملی اور نہ رقم واپس ہوئی۔ آپ کا سرکل محدود ہے اور آپ نہیں جانتے ایسے لوگوں کو تو اور بات ہے، لیکن مجھے ایسے لوگ ملے ہیں جنہوں نے کچھ اس قسم کا ماجرہ بیان کیا ہے۔ کمپنی کے فراڈ سے ستائے لوگوں نے انٹرنیٹ پر بہت ساری ویب سائٹ بنائی ہیں جنہیں gmiscam لکھ کر نیٹ پر سرچ کیا جاسکتا ہے۔ ان ویب سائٹس پر عقلی اور اقتصادی اصولوں کی روشنی میں جی، ایم، آئی کے فراڈ سے لوگوں کو دور رہنے کا کہا گیا ہے۔

کمپنی کے کذب بیانی کے ثبوت

کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ ناروے کی کمپنی ہے اور صرف وہی اسکی ایک شاخ ہے۔ بات صرف اتنی نہیں بلکہ ناروے کی جو کمپنی ہے وہ پاکستان میں کام نہیں کرتی۔ اور ناروے کے سفارت خانے (Embassy) کی ویب سائٹ پر مشہور ٹیلی کام سروس ٹیلی نار سمیت ان تمام کمپنیوں کے نام موجود ہیں جو پاکستان میں رجسٹر ہو کر کام کر رہی ہیں لیکن جی ایم آئی کا وہاں نام نہیں۔

ہم نے ایک ای میل جب ناروے کے سفارت خانے (Embassy) کے نام بھیجی اور اس کمپنی کے بارے میں معلومات طلب کیں اور اس کی ساخت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے معذرت کی کہ یہ کمپنی پاکستان میں لوکلی طور پر کام کر رہی ہے ہمارا اس سے واسطہ نہیں ہے۔

یہ تو ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں لوکل کمپنی کے طور پر محدود سطح پر کام کیلئے یہ کمپنی رجسٹرڈ ہو۔ لیکن جس طرح کا کمپنی کام کر رہی ہے اس قسم کا کام کرنے اور لوگوں سے سرمایہ وصول کرنے کی اسے ہر گز اجازت نہیں بلکہ حکومتِ پاکستان اس کی سرگرمیوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔

حکومتِ پاکستان کا وہ ادارہ جو لوگوں سے سرمایہ لیکر کام کرنے والی کمپنیوں کو دیکھتا ہے یعنی سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (Securities and Exchange Commission of Pakistan) اس نے اپنی آفیشل ویب سائٹ http://www.secp.gov.pk/PublicWarnings.asp پر سال 2010 ہی میں اخبارات میں جاری کیا ہوا ایک اشتہار ڈالا ہوا ہے جس میں لوگوں کو اس کمپنی سے دور رہنے کی وارننگ دی گئی ہے۔

ثبوت حاضر ہے:۔

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان

SECP

پبلک وارننگ

میسرز گولڈ مائن انٹرنیشنل (GMI) کی کاروباری سرگرمیوں سے متعلق

عوام الناس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ایک غیر ملکی کمپنی، گولڈ مائن انٹرنیشنل (GMI)، جو کہ ناروے سے تعلق (Norwegian Origin) کی دعویدار ہے، کمپنیز آرڈیننس 1984، کے مطابق غیر ملکی کمپنی ہونے کی حیثیت سے رجسٹرڈ نہیں ہے۔

اس لیے مذکورہ کمپنی کی کاروباری سرگرمیوں کی قانوناً اجازت نہیں ہے۔ عوام الناس کی جانب سے مذکورہ کمپنی کے متعلق کمیشن کو ای میل کے ذریعے پیغامات موصول ہو رہے ہیں کہ مذکورہ کمپنی نام نہاد پرکشش کاروباری سکیموں میں ملوث ہے۔

اس ضمن میں عوام الناس کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بہتر مفاد میں مذکورہ کمپنی کی سکیموں میں سرمایہ کاری سے گریز کریں۔

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان

این آئی سی بلڈنگ، 63- جناح ایونیو، اسلام آباد

فون نمبر: 94-9207091 فیکس نمبر: 9204915 ویب سائٹ: www.secp.gov.pk

ضروری سوالات اور ان کے جوابات

سوال ۱: جب یہ کمپنی کافروں کی ہے تو پھر کیا اعتراض کافروں سے تو عقد فاسد کرنا جائز ہے لہٰذا اگر اس کمپنی کے معاملات میں شرط فاسد پائی جاتی ہے تو وہ معتبر نہیں بلکہ حکم جواز ہونا چاہیے؟

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب یہ ہے کہ پاکستان میں جو لوگ جی، ایم، آئی کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہ کافروں کی کمپنی ہے اور اس کا کوئی آنر ہی نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے لوکل سطح پر ایک کمپنی جی، ایم، آئی کے نام سے بنائی ہوئی ہے جس کے بورڈ آف ڈائریکٹر اور آنر سب مسلمان ہیں جس کی پروفائل (Profile) ہمارے پاس موجود ہے اور اس کمپنی کا رجسٹریشن نمبر ہے 0045936 اس کی رو سے تو پاکستان میں سارا کیا جانے والے کام ان لوگوں کا ذاتی ہے۔ تو ان کا یہ کہنا تو جھوٹ ہوا کہ یہ کمپنی کافروں کی ہے اور یہ بھی جھوٹ ہوا کہ پاکستان میں اس کا کوئی دفتر اور برانچ ہی نہیں۔

یہ سب کلام ہم نے الزام کے طور پر کیا ہے اور حقیقت کچھ اور ہے انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے محدود پیمانے پر کام کرنے کیلئے ایک کمپنی بنائی ہو گی لیکن کام کچھ اور کر رہے ہیں۔ اسی لئے حکومت نے اس کمپنی کو غیر قانونی قرار دیا۔

اب تحقیقی جواب کی طرف آیئے اگر یہ کمپنی کافروں کی بھی ہے اور کسی مسلمان کا کوئی شیئر نہیں سب آنر ہی غیر مسلم ہیں تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور اسے جائز سمجھنے والوں کو کچھ ہاتھ نہ آئے گا اسلئے کہ کافروں کے ساتھ عقد فاسد کے جواز کا سہارا تنکے سے بھی کمزور معاملہ ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ کافروں کے ساتھ عقد فاسد جائز ہے لیکن یہ ضابطہ ابھی ادھورا ہے پورا نہیں، پورا ضابطہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کے ساتھ عقد فاسد جائز ہے جب مسلمان کا نقصان نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بحوالہ فتح القدیر (جلد ۶، صفحہ ۱۷۸، مطبوعہ کوئٹہ) لکھتے ہیں:

لان مالهم مباح وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم ياخذ غدرا فباى طريق ياخذه حل بعد كونه برضا الا انه لا يخفى انه انما يقتضى حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم وقد التزم الاصحاب فى الدرس ان مرادهم من حل الربا اذا حصلت الزيادة للمسلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، صفحہ ۵۹۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"کیونکہ کافروں کا مال مباح ہے اور جب دھوکے کے ذریعے حاصل ہو تو مسلمان پر حرام ہے، اور اگر دھوکے سے حاصل نہ کیا ہو تو کسی بھی طریقے سے حاصل کرے کافر کی رضا کے ساتھ جائز ہے، مگر یہ مخفی نہیں ہے کہ یہ عقد کے حلال ہونے کا اس وقت تقاضا کرتا ہے جبکہ زیادتی مسلمان کو حاصل ہو، اور اصحاب نے درس میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ فقہاء کی ربا کے حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب اضافہ مسلمان کو حاصل ہو۔"

پس چونکہ کمپنی کے معاملات میں بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو کافروں کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ رقم کی ادائیگی کے بعد وصولی کے وہ طریقے جن میں رقم کی واپسی خطر پر معلق ہے، بلا ضرورت شرعی غبن فاحش سے خریداری، کمیشن عملاً وصول نہ ہونا اور بہت ساری وجوہات جو اوپر بیان کی گئیں۔

سوال ۲: آپ نے ابتدائی طور پر جمع کردہ رقم پر قرض کا حکم کیونکر لگایا ہے حالانکہ وہ گاہک کو تو پہلے سے یہ گائیڈ کر کے لایا گیا تھا کہ اسے کوئی چیز خریدنی ہے؟

جواب: خریداری کے ارادے سے آنا اور خریداری بھی کرلینا دونوں باتوں میں فرق ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کو کمپنی کے فوائد بتا کر لایا گیا اس کا خریداری کا ارادہ ضرور ہو گا۔ اور وہ رقم جمع کروا کر ممبر بھی بن جاتا ہو گا۔ لیکن خریداری صرف ارادے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے ایجاب وقبول لفظاً یا بطور تعاطی کے پایا جانا ضروری ہے۔ اور جب ممبر کمپنی کو اپنے ویب اکاؤنٹ سے خریداری کی درخواست کرتا ہے تو وہ گویا مکتوب کے ذریعے ایجاب کرتا ہے اور کمپنی اسے قبول کرتی ہے۔ تب جا کر خرید و فروخت کا عمل پایا جائے گا۔ کمپنی کے نظام کو ہم ایک مثال سے یوں سمجھا سکتے ہیں کہ ایک شاپنگ سینٹر ہے جہاں کوئی بھی شخص آکر خریداری کر سکتا ہے لیکن ہر خریدار کیلئے ضروری ہے کہ دروازے پر پہلے ساٹھ ڈالر جمع کروا کر جائے۔ پھر شاپنگ سینٹر میں داخل ہو اگر کوئی چیز پسند آئے تو خرید لے ورنہ واپسی میں اپنی رقم لے جائے۔ تو اس رقم کو کسی چیز کی قیمت یا معاوضہ تھوڑی قرار دیں گے۔ کمپنی کی ویب سائٹ بھی ایک طرح کا شاپنگ سینٹر ہے۔ اور وہ اپنے اندر آنے والوں سے پہلے کم از کم ساٹھ ڈالر جمع کروانا ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن ہم نے جو مثال بیان کی اس میں رقم واپس مل جاتی ہے۔ جبکہ کمپنی رقم واپس دینے میں کیا کیا رکاوٹیں ڈالتی ہے یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

سوال ۳: آپ نے رقم کی وصولی اور واپسی کو سامنے رکھتے ہوئے بہت ساری خرابیاں بیان کی جو اپنی جگہ درست ہے۔ کمیشن کے لین دین کا انداز بھی غلط ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں اور یونہی کمیشن کی لالچ میں خریداری والا معاملہ بھی سمجھ آتا ہے لیکن اس سارے کام میں ایک اور پہلو ہے جس پر گفتگو نہیں کی گئی وہ یہ کہ کوئی شخص کسی کی ترغیب پر یا براہِ راست خود رقم جمع کرواتے ہی فوراً خریداری کرلیتا ہے اور اسے کمیشن کے حصول سے بھی کوئی سروکار نہیں تو اس میں شرعی اعتبار سے کیا قباحت ہے؟ کیونکہ ایسی صورت میں نہ اس کی طرف سے کمپنی کو قرض دینا پایا گیا۔ اور نہ واپسی میں غیر متعلق افراد سے تقاضے کی پریشانی کا اسے سامنا ہوگا۔ نہ اس نے کمیشن کی لالچ میں آکر چیز خریدی بلکہ شوق یا حاجت کی بنا پر اس نے ایک چیز خریدنا تھی خرید کر اس نے اپنا اکاؤنٹ بند کر دیا۔ اس پر آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: دیکھئے جب حکومتِ وقت ہی اس کمپنی کو غیر قانونی قرار دے رہی ہے تو اس سے بڑھ کر کمپنی کی ساخت پر اور کوئی داغ کیا ہو سکتا ہے کمپنی نے دفتر تو کھولا ہوا نہیں ہے۔ جو رقم آپ انٹرنیٹ کے ذریعے جمع کروائیں گے اس کے بدلے دوسرے ملک سے کوئی چیز آپ کو ملے گی یا نہیں یہ خود ایک غیر یقینی معاملہ ہے۔ پھر ہم بیان کر چکے کہ کمپنی جو چیز بیچ رہی ہے یہ مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ مہنگی ہے بھلا 2 تولہ سے بھی کم سونے پر 15 ہزار زیادہ دینا کیا اپنے مال کو ضائع کرنا نہیں اور مال اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنے کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا اس کمپنی کی کوئی بھی چیز خریدنا جائز نہیں۔

سوال ۴: کیا انٹرنیٹ کے ذریعے خریداری کا اسلام میں کوئی جواز نہیں؟

جواب: ہمارے سامنے جو شواہد اور دلائل موجود ہیں ان کی رو سے ملٹی لیول مارکیٹنگ کرنے والی کمپنیوں سے خریداری کے جواز کی تو کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اور انٹرنیٹ پر زیادہ تر کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے ہونا ہی کوئی برائی یا خرابی کا سبب نہیں اگر کوئی ایسی صورت ہو جس میں تمام شرعی تقاضے پورے ہو سکتے ہوں۔ تو ہم ایسی صورت کو ہرگز ناجائز نہیں کہیں گے۔

سوال ۵: آپ نے کمیشن اور اداشدہ رقم کی واپسی کے حوالے سے بہت سارے خدشات اور پہلو بیان کئے ہیں لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کمپنی کے بہت سارے ممبران بہت آگے پہنچے ہوئے ہیں اور ہزاروں لاکھوں کما رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل معاملہ محنت کرنے یا نہ کرنے کا ہے اور محنت کرنے والے کیلئے جی، ایم، آئی ایک سونے کی کان ہے۔

جواب: ہم نے یہ بات ابتداء میں بیان کردی کہ نفع کمانا ہی سب کچھ نہیں بلکہ ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ نفع کس طریقہ سے کمایا جارہا ہے۔ شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کرکے جو نفع کمایا جائے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے وہ ہر صورت میں ناجائز ہی رہے گا۔ جہاں تک سوال میں اس بات کا ذکر کیا جاتا کہ بہت سارے لوگ لاکھوں کما رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک حقیقت ہے اور ماہرین نے اسی نکتہ کی وجہ سے تو ان کمپنیوں کو خطرناک قرار دیا ہے کہ ان میں اوپر کے کچھ لوگ ہی کما پاتے ہیں باقی سارے لوگوں کے پیسے ڈوب جاتے ہیں جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی طرف سے جاری اشتہار میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن وحدیث میں جس مال کی مذمت بیان کی گئی ہے وہ ایسا ہی مال ہے جو شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کرکے کمایا جائے۔ اور انسان نہ جائز دیکھے نہ یہ کہ میں دوسروں کو بھی دھوکہ دے کر کمپنی کا نمائندہ بنا رہا ہوں بس اس کی نگاہ میں مال مال اور بس مال ہو مال کی اس درجہ کی حرص رکھنے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ (پ۳۰۔ سورۃ التکاثر)

ترجمہ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

سوال ٦: جولوگ اس کمپنی کا حصہ بن چکے ہیں وہ کیا کریں؟

جواب: ان لوگوں پر لازم ہے کہ فوراً کنارہ کشی اختیار کریں البتہ جن کے آرڈر ابھی موصول نہیں ہوئے وہ انہیں شرعی طریقے پر وصول کرسکتے ہیں۔ لیکن کسی بھی دوسرے شخص کو نمائندہ یا ممبر بنانے کی سعی فوراً ترک کردیں۔

اللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کــــــــتـــــــبـــــــــــہ

ابو محمد علی اصغر العطاری المدنی

٢٧/شوال المکرم ١٤٣١ھ ۔ ٦/اکتوبر ٢٠١٠ء

الجواب صحیح

ابو الصالح محمد قاسم القادری

الجواب صحیح والمجیب مصیب

ابو الحسن فضیل العطاری عفا عنہ الباری